عہد برطانیہ کے پنجاب میں مسلم شناخت کی تعمیر کیلئے انجمن حمایتِ اسلام کی شاعری کا کردار

محمد ابرار ظہور*

Abstract

The challenges of colonialism and Christian missionaries were responded by many socio-religious organizations established by all the religious communities of Punjab including Hindus, Muslims and the Sikhs. These anjumans (societies) were organized on modern lines and in many ways imitated the organizational structures of the institutions of missionaries. However, many of them carried on local traditions of effective dissemination of their message in language and style that was deemed popular in Indian social environment. Poetry had historically been popular in India which was further patronized and popularized during later Mughal period. To effectively inculcate Muslim consciousness in the Punjab, the Anjuman Himayat-i-Islam (established. 1884) encouraged poetry that eulogized the past glory of Muslim civilizations and lamented on their contemporary decline in India and abroad. This poetry used to be heavily tinged with emotionalism and the need for re-assertion of Islam was stressed in it. The most famous Muslim poet of colonial Punjab, Allama Muhammad Iqbal, started public recitation of his poetry on the platform of

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ و مطالعہ پاکستان، یونیورسٹی آف سرگودھا،سرگودھا۔

Anjuman Himayat-i-Islam Lahore. The introduction and initial popularity of his poetry owed much to the Anjuman because its annual sessions used to be huge gatherings participated by people from all corners of Indian subcontinent. This paper is an endeavor to analyze the contents and message of poetry read on the podium of Anjuman and investigate the manner in which it contributed in sharpening Muslim identity in British Punjab. The Anjuman Himayat-i-Islam was working in colonial milieu where religious contestations were going on between Muslims and Christians on the one hand and Muslims and Hindus on the other. The Hindu preachers stressed that the Indian Muslims were converts from Hinduism so they should be brought back to their original faith and a sheer campaign termed as Shuddhi (lit. re-conversion) was started for this purpose. Besides, threats of conversion from Christianity and Hinduism, the Muslim community was lagging behind from others in educational and economic spheres. The main theme of poetry of Anjuman was making Muslims realize their vulnerable socio-economic status and how they could improve and strengthen themselves through education and Muslim community consciousness. A large number of educational institutions were established by Anjuman to cater to the needs of Muslims of the British Punjab. Another bold step of Anjuman in which it even surpassed its contemporary Aligarh movement was in the arena of female education. It not only advocated for the right of female education but established some female educational institutions as well. It started publishing books and literature at its own printing press.

انجمنِ حمائیتِ اسلام کا قیام اور پس منظر

انجمنِ حمائیتِ اسلام کو ۲۴ ستمبر ۱۸۸۴ء میں اندرونِ موچی گیٹ لاہور کی ایک مسجد (المعروف مسجد بکن خان) میں منعقد مجلس میں قائم کیا گیا۔ اس مجلس میں لاہور سے تعلق

رکھنے والی تقریباً ۲۵۰ شخصیات نے شرکت کی۔ منشی چراغ دین، جو کہ برطانوی حکومت کے ملازم تھے، نے سب سے پہلے انجمن کے قیام کے بارے میں سوچا اور اس نے حکومت کی ملازمت سے استعفیٰ دے کر اس ادارہ کو قائم کرنے میں دِن رات محنت کی۔ انجمنِ حمائیتِ اسلام کا ہیڈ کوارٹر حویلی سکندر خان (موتی بازار لاہور) کے ایک کمرے میں بنایا گیا۔[۱]

انجمنِ حمائیتِ اسلام کا قیام مندرجہ ذیل مقاصد کے حصول کے لیے وجود میں لایا گیا:

۱۔ معترضین اصول مذہب مقدس اسلام کے اعتراضوں کے جواب (تحریری یا تقریری) تہذیب کے ساتھ دینے اور اس مقدس مذہب کے اصول کی حمائیت و اشاعت کرنا۔

۲۔ مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کا انتظام کرنا تا کہ وہ غیر مذہب والوں کی مذہبی تعلیم کے اثر سے محفوظ رہیں۔

۳۔ مال زکوٰۃ سے یا ایسے مال سے جو اصحاب معاونین اس غرض کے واسطے دیں لاوارث، مفلس اور یتیم بچوں کی پرورش اور تربیت کا انتظام کرنا اور مفلس مسلمان بچوں کی تعلیم میں حتی الوسع امداد دینا جو سبب عدم توجہی خراب اور آوارہ ہو جاتے ہیں اور بے بسی کی حالت میں اکثر نعمت اسلام سے بے بہرہ رہ کر عذابِ ابدی کا شکار بنتے ہیں۔

۴۔ اہل اسلام کو اصلاح طَرزِ معاشرت و تہذیب و اخلاق اور تحصیل علوم دینی و دنیوی اور باہمی اتحاد و اتفاق کا شوق دلانا اور ان کی بہتری اور ترقی کے وسائل پیدا کرنا اور ان کو تقویت دینا۔

۵۔ اہل اسلام کو گورنمنٹ کی وفاداری اور نمک حلالی کے فوائد سے آگاہ کرنا۔

۶۔ ان اغراض و مقاصد کے پورا کرنے کے واسطے واعظوں کا تقرر، ماہواری رسالے کا اجراء، مدارس اور یتیم خانہ کے قیام اور دیگر مناسب وسائل کو عمل میں لانا۔[۲]

اِسی جلسہ میں انجمن کے عہدے داران کا چناؤ بھی ہوا۔ اس چناؤ کے مطابق قاضی خلیفہ حمیدالدین کو صدر، مولوی غلام اللہ قصوری کو سیکرٹری جنرل، منشی چراغ دین اور منشی پیر بخش کو نائب سیکرٹری اور منشی عبدالرحیم خان دہلوی کو اس ادارے کا خزانچی مقرر کیا گیا۔[۳]

انجمنِ حمائیتِ اسلام جس عہد میں بنی اسکے پس منظر کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اس پس منظر کو معلوم کیے بغیر انجمن کے مقاصد کا وثوق سے ادراک نا ممکن ہے۔ لہٰذا پہلے ایک طائرانہ جائزہ لیتے ہیں کہ الحاق پنجاب کے وقت اس علاقے کا سماجی اور معاشی ڈھانچہ کیا تھا۔ پنجاب میں مسلمانوں کی سماجی اور تعلیمی حیثیت کیا تھی اور کن عوامل کے ردِ عمل کے طور پر انجمنِ حمائیتِ اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۸۴۹ء کے برطانوی الحاق کے بعد حکومتِ پنجاب نے ایک ایسا نظام وضع کیا جس کے تحت وہ با اثر افراد کی سیاسی وفاداریاں بھی حاصل کر سکیں اور پنجاب میں وسیع پیمانے پر بنیادی زراعتی ڈھانچے کی تعمیر سے اور ذرائع آمد و رفت مثلاً ریل گاڑی اور سڑکوں کی تعمیر سے پنجاب کے زرعی میدانوں کی پیداواری صلاحیت بڑھا کر مال کی منڈیوں تک رسائی ممکن بنائی جا سکے اور اس علاقے کو بین الاقوامی سرمایہ دارانہ نظام کا حصہ بنایا جا سکے۔ جیسا کہ برطانوی حکومت کا پورے برصغیر میں وطیرہ تھا انہوں نے پنجاب میں بھی اس بات کو یقینی بنایا کہ حکومت نظم و ضبط اور امن قائم کرے۔ ٹیکس وصولی کو مضبوط و مربوط کرے اور لوگوں کی فلاح کے مواقع پیدا کرے۔

البتہ پنجاب کے برطانوی مقبوضات میں شامل ہونے سے پہلے ہی عیسائی مبلغ یہاں سکولوں اور ہسپتالوں کے در پردہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا ایک وسیع جال بُن چکے تھے۔

> چرچ مشن سوسائٹی نے ۱۸۴۲ء میں شملہ میں ایک سکول قائم کیا۔ ۱۸۴۹ء میں لاہور میں امریکشن مشن سوسائٹی نے اپنا سکول جاری کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہاں عیسائی مشنری سکولوں کا ایک جال سا بچھ گیا۔ پنجاب میں مشنری سکولوں کے ساتھ ساتھ سرکاری سکولوں اور کالجوں کا قیام بھی عمل میں آنے لگا۔ چنانچہ لاہور میں ۱۸۶۴ء میں گورنمنٹ کالج اور ۱۸۴۴ء میں مشن کالج قائم ہوئے۔[۴]

ایک اور قابلِ ذکر تبدیلی یہ تھی کہ امریکی Presbyterian مشن جو کہ لدھیانہ میں ۱۸۳۴ء میں قائم ہو چکا تھا اس نے اسی سال چھاپہ خانہ (Printing Press) کی لدھیانہ میں بنیاد ڈالی۔ اس چھاپہ خانہ کی مدد سے بائیبل کا مقامی زبانوں میں ترجمہ کر کے بڑی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔ عیسائی مشن کے مختلف اداروں نے پنجاب کے دوسرے شہروں جن میں سیالکوٹ، راولپنڈی، گجرانوالہ، گورداسپور، جہلم اور لائل پور(موجودہ فیصل آباد) شامل ہیں

میں اپنے دفاتر قائم کیے۔ پنجاب میں مجموعی طور پر ۱۸۶۴ء اور ۱۸۸۳ء کے درمیان چھپائی کی صلاحیت میں ۷۰ فیصد اضافہ ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ ۱۸۷۵ء اور ۱۸۸۰ء کے درمیان چھاپی گئی کتابوں کی تعداد میں پانچ گنا اضافہ ہوا۔[۵] عیسائی مشنریز نے سکول اور ہسپتال اور لٹریچر کی مدد سے پنجاب کے اندر کئی مقامی آبادیوں کو تبلیغ کا نشانہ بنایا۔ مثال کے طور پر پنجاب کے اندر چمار(Chuhras) جو کہ صفائی کرنے کے پیشہ سے وابستہ تھے ان میں خاص طور پر تبلیغ کی گئی اور نتائج اتنے حوصلہ افزاء پائے کہ خود عیسائی مبلغ دنگ رہ گئے۔ ۱۸۹۱ء میں جب عیسائی آبادی ۱۹۷۵۰ ہو گئی تو یہ ۴۱۰ فیصد اضافہ تھا اسی طرح ۱۹۱۱ء میں یہ آبادی ۱۶۳۹۹۴ تک پہنچ چکی تھی۔[٦]

الغرض مقامی مذہبی روایات اور مذاہب کیلئے عیسائیت ایک چیلنج کے طور پر سامنے آ گئی۔ اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کیلئے مقامی مذہبی داعیان سامنے تو آئے لیکن انہوں نے عیسائی مشنریز کے تنظیمی ڈھانچہ کو مستعار لیا۔ پنجاب میں ہندوؤں کی طرف سے سوامی دیانند نے ۱۸۷۵ء میں آریا سماج کی بنیاد رکھی۔ دیانند نے ویدوں کو بنیاد بنا کر ہندو مت کو ریفام کیا۔ دیانند نے ویدوں کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے ہندو مذہب کو ایک کتاب کے تابع بنانے کی کوشش کی تا کہ عیسائی مبلغ ہندومت پر اعتراضات نہ کر سکیں۔ کیونکہ اس سے پہلے ہندوستان جیسے بڑے ملک میں ہندومت کی کئی شکلیں اور مختلف عبادات موجود رہی ہیں۔ جو چیز پنجابی مسلمانوں کیلئے آریا سماج کے حوالے سے تشویش کا باعث بنی وہ یہ تھی کہ آریا سماج نے شدھی کے نام سے ایک رسم شروع کی۔ اس کے لفظی معنی پاک کرنے کے ہیں لیکن مسلمانوں کے حوالے سے یہ ایک Re-Conversion attempt تھی۔ جس کے تحت وہ مقامی لوگ جو کسی بھی عہد میں ہندومت سے مسلمان یا عیسائی ہو چکے تھے شدھی کے ذریعے ان کو واپس ہندومت میں لانا مقصود تھا۔ پہلی شدھی جو سوامی دیانند نے کروائی وہ ایک ہندو جو عیسائی ہو چکا تھا اس کیلئے جالندھر میں ۱۸۷۷ء میں منعقد ہوئی اور وہ شخص دوبارہ ہندو ہو گیا۔ پہلی مسلمان شدھی بھی اسی سال میں ہوئی جس کے تحت Dehra Dun میں ایک مسلمان ہندومت میں داخل ہوا اور اسے الکھ دھاری کا نام دیا گیا۔[۷]

الحاق پنجاب کے بعد عیسائی مبلغ اپنی کوششوں اور اداروں میں مزید تیز تر ہوتے چلے گئے۔ پنجاب کی سر زمین کو اپنے لیے زرخیز گردانتے ہوئے انہوں نے غریب مسلمانوں کو اپنی تبلیغ کا نشانہ بنایا اس کے شانہ بشانہ آریا سماج نے بھی اپنی کارروائیوں میں سرعت اختیار کر لی۔ ادھر پنجاب کے مسلمان جو کہ تعلیم اور معیشت میں دوسروں سے پیچھے تھے وہ ان کارروائیوں کا نشانہ بنتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ''۱۸۸۳ء میں ایک سید زادی اپنے تین بچوں سمیت عیسائی ہوگئی۔ یہ واقعہ مسلمانوں کی حمیت کے لیے ایک زبردست دھچکے کی حیثیت رکھتا تھا۔ اگرچہ وہ عورت دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل تو ہو گئی لیکن اس نے مسلمانوں کیلئے عبرت کا نشان چھوڑ دیا''۔[۸]

عیسائی مبلغ جنہیں حکومت کی سرپرستی اور اعلانیہ حمائیت حاصل تھی۔ انہوں نے اپنا دائرہ کار نہ صرف عیسائیت کی تبلیغ کیلئے محدود رکھا بلکہ وہ اسلام اور حضرت محمدﷺ کی ذات کے حوالے سے کیچڑ اچھالنا بھی مذہب کا حصہ سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ بازاروں اور چوکوں میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے پھرتے تھے۔ مارچ ۱۸۸۴ء میں لاہور کے بیرون دہلی دروازہ کے قریب ایک عیسائی پادری حسب دستور تبلیغ کر رہا تھا جسے منشی چراغ دین نے روکا اور ٹوکا۔ منشی چراغ دین کو وہاں سے دھکے دے کر نکال دیا گیا۔ اس کے بعد چراغ دین اور اسکے دوستوں نے عملی اقدامات کرنے کے بارے میں سوچا۔[۹] کچھ عرصے کی غور و خوض کے بعد چند سرکردہ مسلمانوں نے انجمن حمائیتِ اسلام کے نام سے ایک ادارہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ انجمنِ حمائیت اسلام نے برصغیر کے مسلمانوں کیلئے بالعموم اور پنجاب کے مسلمانوں کیلئے بالخصوص دینی، تعلیمی اور سماجی خدمات انجام دیں ان کی مثال نہیں ملتی۔ مسلمانوں کے چندے سے چلنے والی یہ انجمن سینکڑوں تعلیمی ادارے جن میں سکول کالج ہنرمندی کے تعلیمی ادارے اور یتیم خانے شامل تھے چلا رہی تھی۔ انجمن کی جانے پہچانے خدمات کے علاوہ جو چیز بہت کم سراہی گئی وہ اس ادارے کا مسلمانوں کے ملی تشخص اور شناخت کی تعمیر میں کردار ہے اس میں بالخصوص انجمنِ حمائیت اسلام کے سالانہ جلسوں میں پڑھے جانے والی اردو شاعری کا کردار قابل ستائش ہے۔ یہ شاعری انجمن حمائیتِ اسلام کے

ماہواری رسالہ جات میں آج بھی محفوظ ہے اس شاعری کا مرکزی موضوع مسلمانوں کی شناخت کی تعمیر ہے اور اس شاعری کو ذریعہ بنا کر انجمن نے مسلمانوں میں اپنا پیغام پہنچایا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت کی روایات کے مطابق شاعری سب سے زیادہ با اثر ذریعہ تھا۔ انجمن میں پڑھی جانے والی شاعری کے موضوعات کیا تھے؟ اور اس شاعری نے کس طرح پنجابی مسلمانوں کی شناخت کی تعمیر میں ایک اہم کردار ادا کیا اس کی مزید وضاحت کیلئے مندرجہ ذیل جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

انجمنِ حمائیت اسلام کی شاعری کا پنجابی مسلمانوں کی شناخت کی تعمیر میں کردار

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسوی صدی کے پہلے نصف میں انجمنِ حمایتِ اسلام ایک نہایت معتبر اور فعال ادارہ کے طور پر کام کرتی رہی۔ اس کے کاموں کا دائرہ کار بہت وسیع تھا۔ مسلمانوں اور بالخصوص پنجاب کے مسلمانوں کو اگر کوئی بھی چیلنج درپیش آیا انجمن حمائیتِ اسلام نے اپنا ایک فعال کردار ادا کیا۔ اُس دور میں سب سے بڑا چیلنج تو یقیناً یہ تھا کہ مسلمانوں کی تعلیم کا بندوبست کیا جا سکے۔ سر سید احمد خان پہلے سے ہی مسلمانوں کی نشاط ثانیہ کے حوالے سے تعلیم کو بنیاد بنا کر ایک ماڈل مہیا کر چکے تھے۔ اس نمونے کو برطانوی حکومت کے علاقوں میں بھی اور ریاستوں میں بھی ایک قابل تقلید نمونہ کے طور پر اختیار کیا جا چکا تھا۔ برطانوی دور حکومت کا لاہور ایک ثقافتی دارالخلافہ کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور یہاں مختلف اداروں اور تنظیموں کی طرف سے ادبی اور ثقافتی اور علمی پروگرام اور جلسے منعقد کیے جاتے تھے۔ انجمنِ حمائیت اسلام چونکہ بہت سارے تعلیمی اور ادبی ادارے چلا رہی تھی لہٰذا اس کے اجلاس اور ادبی پروگرام بھی گاہے بگاہے منعقد ہوتے رہے۔

جہاں تک زبان کے چناؤ کا تعلق ہے تو اس لحاظ سے یہ بات غور طلب ہے کہ باوجود اس کے کہ لاہور پنجاب کا تہذیبی ورثے اور ثقافت کا مرکز تھا لیکن انجمنِ حمائیت اسلام کے جلسوں میں اور اس کی تقریبوں میں اردو زبان کو ترجیحاً استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ چونکہ پنجاب کی برطانوی انتظامیہ پنجابی زبان کو سکھوں کی

زبان گردانتے ہوئے اسے دبانے یا کچلنے کی کوشش کرتے تھے اور چونکہ انہوں نے اقتدار سکھوں کو شکست دے کر حاصل کیا تھا اس لیے وہ پنجابی کو سکھ دور کی (Continuation) طوالت کی علامت سمجھتے تھے اور مقابلتاً اردو کو ترجیح دیتے تھے اس حوالے سے انجمن کا اردو کا استعمال اس کے اغراض و مقاصد، جن میں گورنمنٹ کی وفاداری اور نمک حلالی شامل تھا، کے عین مطابق ٹھہرا۔ اس کے علاوہ ایک اور وجہ یہ تھی کہ مسلمان اردو ،فارسی اور عربی کو مسلمانوں کی زبانیں گردانتے تھے اس لیے اس دور میں برصغیر کے مسلمان اردو کو مسلمانوں کی شناخت کی علامت کے طور پر لیتے تھے۔[10] البتہ اردو کے ساتھ ساتھ فارسی زبان میں بھی شاعرانہ کلام انجمن کے جلسوں میں پڑھا جاتا تھا۔ اس سے یہ بھی بات ثابت ہوتی ہے کہ بیسویں صدی کی آمد آمد تک ہمارے معاشرے میں فارسی زبان کا چلن باقی تھا۔[11] لہٰذا انجمن میں پڑھے جانے والی شاعری اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں پڑھی جا سکتی تھی جو کہ شاعر کا اختیاری معاملہ تھا کہ وہ کونسی زبان پسند کرتا ہے۔

انجمنِ حمائیت اسلام کے ۱۹۰۴ء کے رسالہ کے شمارے میں چھپنے والی ایک نظم جس کا عنوان ہے ''پردہ پر نظم'' اس نظم کا مرکزی خیال مسلمانوں میں عورتوں کے پردہ کرنے کے حوالے سے ہے اور یہ دلچسپ نظم نہ صرف اپنے موضوع کے لحاظ سے بلکہ الفاظ اور تشبیہات کے حوالے سے بھی نہایت دلچسپ ہے۔ اس طویل نظم کے چند اشعار کچھ یوں ہیں[12]

مرض جہل کا درماں ہی نہیں ہے لیکن
علم والوں کی پڑا عقل پہ کیسا پردہ
عالم الغیب خداوند کا ستار ہے نام
جلوہ گر اسم صفاتی میں ہے پیارا پردہ
ذات پردہ نہیں ہے کیا راز ہے وہ ہی جانے
وہ نہ کھولے تو کسی سے نہیں کھلتا پردہ
کس قدر پردہ کا ایماں سے تعلق ہے قریب
جزو ایمان کا حیا ۔ جزو حیا کا پردہ

مغفر پردہ میں نہ ہوتا تو نہ رہتا محفوظ
یہی اللہ کی حکمت کا ہے پہلا پردہ

یہ نظم جو کہ تشبیہات اور استعارات کے استعمال اور ان کو پردہ کے ساتھ جوڑ کر اس کی اہمیت کے بیان کے حوالے سے بہت اہم ہے باوجود اسکے کہ انجمن کی قیادت پڑھے لکھے اور نسبتاً وسیع الخیال لوگ تھے لیکن وہ پردہ کو مسلمانوں کی شناخت اور شعارکا لازمی حصہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ چند اور اشعار ملاحظہ ہوں[۱۳]

رحم مادر میں نمو پاتا ہے ہر اک جاندار
حسن خلقت کادکھاتا ہے تماشا پردہ
پھولتے پھلتے ہیں بڑھتے ہیں درختوں پر ثمر
ثمر و شاخ کا ہے پوست بھی گویا پردہ
لعل و گوہر تہ دریا میں چھپے رہتے ہیں
آبرو رکھتا ہے دریا میں کیا کیا پردہ
چاند سورج بھی ہیں پردہ میں فلک کے مخفی
قدرتاً سب سے بلندی میں ہے بالا پردہ
پردہ میں راز سیاست کے کیے جاتے ہیں
گنبدِ قصرِ حکومت کا ہے جھنڈا پردہ

ایک اور نظم جس کا عنوان ''نصیحت'' ہے انجمن کے رسالہ میں چھپی۔ یہ شاعری کی زبان میں ایک دوست کی دوسرے دوست کو جس کے والد کا انتقال ہوا ہے نصیحت ہے۔ ملاحظہ ہو۔[۱۴]

والد کا سایہ سر پر عنایت خدا کی ہے
وہ اٹھ گیا تو عیش ہے دشوار دیکھنا
اے نو نہال باغ جہاں گلشن شباب
ان راستوں میں وادیٔ پرخار دیکھنا

کچھ مارِ آستیں بھی دنیا میں دوست ہیں
عادت سے کر نہ جائیں کہیں وار دیکھنا
ہر جا پہ پھونک پھونک کے رکھنا قدم ضرور
بارود ہے بھری ہوئی ہوشیار دیکھنا
دھوکا لگے نہ حسن ملائک فریب پر
بھائی کے سر پر ہاتھ بہن کا رہے خیال
خدمت میں ماں کی جنت و گلزار دیکھنا

مندرجہ بالا نظم حقیقت میں دوست کے والد کی وفات پر افسوس کرنے کا ایک منفرد انداز ہے جس میں نصیحت کے ساتھ ساتھ مسلم شناخت کے استعارے استعمال کیے گئے ہیں۔

دنیا کی بے ثباتی ایک اور ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں متعدد نظمیں انجمن کے رسالہ جات میں چھپتی رہتی تھی۔ اس موضوع کا چناؤ اس وقت کے مسلمانوں کے مشکل حالات اور دوسرے مذاہب بالخصوص عیسائیت کی طرف سے چیلنج بھی ہے۔ دوسرا یہ کہ چونکہ انجمن کے داعین مسلمانوں سے چندہ وصول کرنے کیلئے ترغیب دیتے تھے اس لیے بھی اس عارضی دنیا کی بے ثباتی اور دائمی آخرت کی زندگی پر زیادہ زور دیاجاتا تھا اور آخرت کی اہمیت اجاگر کی جاتی تھی۔

مدتوں کی بات ہے اے ہم نشیں
ایک تربت پر میں بیٹھا چند روز
ٹوٹی پھوٹی قبر تھی مٹی کا ڈھیر
گو کہ تھا اس کا بھی ہونا چند روز
یعنی وہ زبانِ حال سے
کہتی تھی میری ہے دنیا چند روز
اینٹ پتھر جو کہ اس جا جمع ہیں

ہے یقین ان کا بھی رہنا چند روز
جو مکیں آ کر ہوا ہے مجھ میں خاک
اس کا تھا علم میں چرچا چند روز
عالم علوی سے یہ نورِ قدم
مرکز سفلی میں آیا چند روز۱۵

یہ ایک طویل نظم ہے جو کہ تین صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس ساری نظم کا ایک ہی عنوان ہے جس پر یہ تواتر کے ساتھ محاصرہ کیے ہوئے ہے

اک زمانہ میں تھا اس کو رات دن
ہائے شغل جام و صہبا چند روز
الغرض دنیا کے دستر خوان پر
اس نے گرم و سرد چکھا چند روز
پی شراب خرلی چندے اگر
حسرت و افسوس کھایا چند روز
چل بسا آخر کو مغموم و ملول
کر کے عالم کا تماشا چند روز
اس کے مرنے پر رہا احباب میں
نالۂ و شیون کا غوغا چند روز
آہ یہ معدوم ہونے کیلئے
عالمِ امکان میں آیا چند روز۱۶

انجمن حمائیت اسلام کے رسالہ جات میں نعتیہ کلام بھی چھپتا تھا اور اس کے جلسوں میں نعتیہ کلام پڑھا بھی جاتا تھا۔ گویا نعتیہ کلام بھی اسلامی معاشرے کی ترجمانی کے حوالے سے بہت اہم تھا۔

خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹالے آ جا

بے نقاب آج تو اے گیسوں والے آ جا
دیکھتے ہیں تجھے پھر پھر کے ضیعفانِ صراط
ڈگمگاتے ہیں قدم کون سنبھالے آ جا
ہوں میں بدکار میرے عیب کھلے جاتے ہیں
کملی والے مجھے کملی میں چھپا لے آ جا
صورتِ لالہ ہے پُر داغ بیاں کا سینہ
پڑ رہے ہیں تیرے بیمار کے لالے آ جا[۱۷]

برصغیر کے مسلمانوں میں نعتیہ کلامکی پذیرائی کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اس کی وجہ ایک تو صوفیاء کی تعلیمات کا اثر ہے۔ صوفیاء چونکہ اپنی مثال اور کردار سے متاثر کر کے بہت سے لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کا سبب بنے اور صوفیاء اللہ سے اور حضور اکرمﷺ سے عشق پر یقین اور ایمان رکھتے تھے۔ انہوں نے یہی پیغام لوگوں تک پہنچایا اور یہ روایت اس حوالے سے مقبول ہو گئی دوسرا یہ کہ برصغیر میں شاعری کو بہت زیادہ پذیرائی حاصل تھی۔ چونکہ پڑھنے لکھنے اور بالخصوص لکھنے کی روائیت کم تھی اورعلم کو سینہ بسینہ زبانی یاد رکھنے کی روائیت زیادہ مستحکم تھی اس لیے شاعری کو یاد رکھنا اور بار بار لوگوں کو سنانا ایک معمول تھا۔ اس حوالے سے بھی نعتیہ شاعری برصغیر میں مقبول رہی ہے۔

انجمنِ حمائیتِ اسلام چونکہ مسلمانوں کی نشاط ثانیہ کیلئے تعلیم کے پھیلاؤ پر یقین رکھتی تھی اور اس کا ثبوت وہ سینکڑوں تعلیمی ادارے ہیں جو کہ انجمن نے قائم کیے۔ انجمن کے جلسوں میں پڑھے جانے والی اور اس کی روئیدادوں میں چھپنے والی شاعری کا ایک اہم موضوع مسلمانوں کی تعلیم کے حوالے سے بھی ہوا کرتا تھا۔ اس شاعری میں تعلیم کی اہمیت، مسلمانوں کا جدید تعلیم کے متعلق رویہ اور بیسویں صدی کے آغاز پر مسلمانوں کے مخصوص سماجی اور معاشی حالات کے پیش نظر ان کے لیے تعلیم کی خصوصی اہمیت جیسے مضامین شامل رہے ہیں۔ ۱۹۰۶ء کی سالانہ جلسے کی روئیداد میں چھپنے والی شہاب الدین صاحب ناطق کی اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں[۱۸]

جان و دل سے چاہیے رکھیں محبت علم کی
رائگاں ہر گز نہیں جاتی ہے محنت علم کی
ہو رہی ہے کس قدر عالم میں شہرت علم کی
جاہلوں کے واسطے کب ہے فضیلت علم کی
بد نصیبوں کو نہیں ملتی ہے دولت علم کی
وہ مبارک ہیں سدا جو علم کے غمخوار ہیں
واصل حق کیوں نہ ہوں جو اسکے عاشق زار ہیں
نرگس دنیا پر اس کے سینکڑوں بیمار ہیں
یہ وہ گل ہے جس کے لینے میں ہزاروں خار ہیں
حضرتِ انسان میں بس ہے شرافت علم کی

کل ۶۶ اشعار اور چار صفحات پر مشتمل یہ طویل نظم علم کے ہر پہلو پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس نظم میں دین و دنیا کے حوالے سے مختلف پہلوؤں اور استعارات کے ساتھ علم کی اہمیت کواجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔[۱۹]

ہائے ہم پر کیسی غفلت نوجوانو چھا گئی
علم کی تحصیل میں کوشش نہ جی سے کچھ بھی کی
شغل دنیا میں نہ سوجھی عاقبت کی بہتری
دین سے گر ہم گئے گزرے تو دنیا ہی سہی
ہم سے بالکل ہی نہ یوں ہو جائے رخصت علم کی

تعلیم کی اہمیت کے حوالے سے مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو ہی چکی تھی جدید علوم کا حصول بھی مسلمانوں کے سرکردہ اور لیڈروں میں مقبولیت اختیار کر گیا اور اس سے پہلے مسلمانوں میں جدید علوم کو مغربی علوم اور مذہب سے متصادم سمجھنے کی جو ایک روش تھی وہ آہستہ آہستہ معدوم ہو گئی۔ علامہ اقبال کی ایک نظم جس کا عنوان ''مسلمان اور تعلیم جدید'' ہے[۲۰] اس کے چند اشعار

مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلمِ شوریدہ سر
لازم ہے ابرو کے لیے دنیا میں سامانِ سفر
بدلی زمانے کی ہوا، ایسا تغیر آ گیا
تھے جو گراں قیمت کبھی، اب ہیں متاعِ کس مخر
ممکن نہیں اس باغ میں کوشش ہو بار آور تری
فرسودہ ہے پھندا ترا، زیرک ہے مرغِ تیز پر
اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا
ہے خونِ فاسد کیلئے تعلیم مثل نیشتر

انجمن حمائیتِ اسلام کو علامہ اقبال کی شاعری اور کلام سے بہت تقویت حاصل رہی ہے۔ علامہ اقبال اور انجمن حمائیتِ اسلام دونوں ایک دوسرے کیلئے باعثِ شہرت و تکریم بنے۔ انجمن کے ایک جلسے میں علامہ اقبال نے اپنی نظم ''نالہ یتیم'' پڑھی جو کہ بے حد مقبول ہوئی۔ اس نظم کو علامہ اقبال نے انجمن کے نام کر دیا۔ جو کہ انجمن نے چھپوائی اور اس کی قیمت چار روپے مقرر ہوئی۔ انجمن کو اس نظم کے بیچنے سے خاطر خواہ آمدن ہوئی۔ اس واقعہ نے علامہ اقبال کی پذیرائی میں بھی بہت اضافہ کیا۔**۲۱** اقبال انجمن کے سالانہ جلسوں میں شرکت کرتے شعر پڑھتے اور دو دفعہ انجمن کے جنرل سیکرٹری بھی مقرر ہوئے۔**۲۲**

انجمن سے وابستہ لوگ یقیناً ہمت والے تھے اور محنت پر یقین رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کمال جانفشانی سے چندہ جمع کر کے انجمن حمائیت اسلام اور اس کے اداروں کو بڑا تنظیمی نظام قائم کیا اور اس سے لاکھوں لوگوں کی تعلیم کا انتظام کیا۔ اسی ہمت اور حوصلہ کے حوالے سے شیخ عبدالرحمٰن شمس صاحب کی نظم جو انجمن کے ایک جلسہ میں پڑھی گئی ملاحظہ کیجئے**۲۳**

غلط کہتے ہیں لوگ اکثر کہ ایسا ہو نہیں سکتا
اصول اپنا یہ ہے ہمت سے کیا کیا ہو نہیں سکتا
مسلم تجربہ سے بات ثابت ہے دنیا میں

جو باہم مل کے ہوسکتا ہے تنہا ہو نہیں سکتا
میری اس بات کی تصدیق میں لاکھوں مثالیں ہیں
سوا محنت کے کچھ اچھا نتیجہ ہو نہیں سکتا
جو قومی زندگی کے دالہ و شیدا ہیں دیکھو تو
وہ کیا کرتے نہیں اور ان سے کیا کیا ہو نہیں سکتا

اس قسم کی نظمیں پڑھنے کا ایک مقصد تو مجموعی طور پر مسلمانوں کو حوصلہ کی ترغیب دینا اور محنت کرنے پر قائل کرنا تھا تا کہ وہ قومی زندگی میں مثبت کردار ادا کر سکیں دوسرا یہ کہ انجمن کے اپنے لوگ جو چندہ جمع کرنے، اسلامی تعلیمات کا وعظ کرنے اور اسلام کی تبلیغ کرنے کے کام پر معمور کیے جاتے تھے ان کو بہت سی تکلیفوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا۔ اس قسم کی نظموں سے ان کے جذبہ و ہمت میں اضافہ بھی مقصود تھا۔

انجمن حمائیتِ اسلام کے مندوبین کی طرف سے پڑھی جانے والی نظموں میں انجمن ستائشی یعنی تعریف کا عنصر بھی بڑی کثرت سے ملتا ہے اس قسم کی نظموں میں انجمن کے مقاصد، اس کے ساتھ وابستہ لوگ، انجمن کی تگ و دو اور اس کے کارناموں کی شد و مد کے ساتھ تعریف اور ستائش کی جاتی تھی گویا ایسی ہی ایک طویل نظم جو میر نثار علی شہرت نے پڑھی اس کے چند اشعار کچھ یوں ہیں۔[۲۴]

انجمن جو کہ اسجائے حمائیتِ اسلام
اس نے ہمدردی اسلام میں پیدا کیا نام
مسلمانوں کی کرتی ہے حفاظت ہر دم
کارِ اسلام میں اس کی ہوئی ہے نیند حرام
نہ لڑائی نہ بڑائی نہ کسی سے مطلب
شکر ہے صاحبو رہتا ہے اسے کام سے کام
شکریہ اس کا ادا جتنا کریں تھوڑا ہے
دوسری قوموں کے حملوں سے بچاتی ہے مدام

انجمن کی تعریف و توصیف میں پڑھے گئے کلام کا مقصد اس ادارے کی مسلمانوں کیلئے خدمات پر روشنی ڈالنا ہوتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی کردار سازی اور ان میں اسلامی شناخت کی تعمیر کے حوالے سے انجمن کے کردار کو سراہنا تھا۔ مندرجہ بالا میر نثار علی کی نظم کے اشعار اس بات کی دلالت کرتے ہیں۔۲۵

روشنی علم کی پھیلائے ہے سبحان اللہ
نیک افعال یہ سکھلائے ہے سبحان اللہ
گرنے دیتی نہیں یہ چاہ ضلالت میں کبھی
اور راہِ راست دکھلائے ہے سبحان اللہ
کام یہ ناصح مشفق کا ادا کرتی ہے
سب کے انجام کو جتلائے ہے سبحان اللہ

اختتامیہ

عہد برطانیہ کے پنجاب میں مسلمانوں کی نشاط ثانیہ میں اور ان کے قومی تشخص کی بحالی میں انجمن حمائیت اسلام کا کردار اتنا کثیر الجہتی اور وسیع ہے کہ اس کا مجموعی احاطہ کرنا مشکل ہے۔ مسلمانوں کے اس دور کے مخصوص حالات میں جبکہ وہ تعلیمی، معاشی اور سماجی لحاظ سے ہندوؤں اور سکھوں سے بد حال تھے اور اس سے بدتر یہ کہ ماڈرن تعلیم کو مسلمان شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور اسے حاصل کرنے سے گریزاں تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ عیسائی مبلغین اور آریا سماج کی شدھی کی تحریک کا چیلنج مسلمانوں کو درپیش تھا جس کا علمی اور عملی جواب دینا وقت کی اہم ضرورت بن چکا تھا۔ اس حوالے سے یوں تو پنجاب میں بہت سی انجمنیں بنی۔ اس قسم کی پہلی انجمن انجمنِ اسلامیہ پنجاب ۱۸۶۹ء میں بنائی گئی اور اس کے بعد یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا جس میں بے شمار انجمنیں مختلف مقامات پر بنائی گئیں۔ لیکن جو اہمیت، مقام اور پذیرائی انجمن حمائیتِ اسلام کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کا مقدر نہ بنی۔ اسکی وجہ بنیادی طور پر انجمن حمائیت اسلام کی مخلص کاوش اور کام کا معیار تھا۔ ان انجمنوں کی بنیاد مسلمانوں کی اپنے ملی تشخص کے متعلق بڑھتی ہوئی فکر اور اس کیلئے

مجموعی کوشش تھی۔۲۶ چنانچہ ان انجمنوں کا پنجاب کی تاریخ میں ایک اہم کردار ہے۔۲۷

ایک اہم پہلو جس پر بہت کم لکھا گیا وہ انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے جلسوں میں پڑھی جانے والی شاعری، اس کے موضوعات اور اس کا مسلمانوں کی شناخت کی تعمیر میں کردار ہے۔ یقیناً انجمن کے رسالوں اور سالانہ رپورٹوں میں شائع ہونے والی یہ شاعری کثیر الجہتی ہے اور اس کے موضوعات ان گنت ہیں لیکن اس کو غور سے پڑھنے سے یہ بات عیاں ہے کہ اس شاعری کا مجموعی مرکزی خیال، مسلمانوں کی نشاط ثانیہ کیلئے ان کے کردار کی تعمیر، ان کے درخشاں ماضی کا علم، ان کی تعلیمی اور اس کے ذریعے معاشی ضروریات کی فراہمی اور مسلمانوں کے تشخص اور شناخت کی تعمیر رہا ہے۔ اس حوالے سے برصغیر کی روایات کے مطابق شاعری چونکہ بہت مقبول ذریعہ تھا اس نے ایک لازوال کردار ادا کیا۔

حوالہ جات

۱- احمد سعید، *اسلامیہ کالج لاہور کی صدسالہ تاریخ ۱۸۹۲ء-۱۹۹۲ء*، جلد اول (ادارہ تحقیقاتِ پاکستان دانشگاہ پنجاب لاہور، ۱۹۹۲ء) ص ۳۔

۲- ماہوار رسالہ انجمنِ حمائیت اسلام لاہور (لاہور: انجمن حمائیتِ اسلام، ۱۸۹۵ء)

۳- انجمن حمائیتِ اسلام ڈائمنڈ جوبلی رپورٹ (لاہور: انجمن حمائیت اسلام، ۱۹۶۷ء)

۴- احمد سعید، *اسلامیہ کالج لاہور کی صد سالہ تاریخ*، ص ۱۔

5- Jeffery Cox, *Imperial Fault Lines: Christianity and Colonial Power in India* (Standord: Stanford University Press, 2002), p. 56.

6- Ali Usman Qasuri, *Questioning the Authority of the Past: The Ahl al-Quran Movement in the Punjab* (Karachi: Oxford University Press, 2011), p. 115.

7- Yoginder Sikand, "Arya Shuddhi and Muslim Tabligh: Muslim Reaction to Arya Samaj Proselytization (1923-30)" in Rowena Robinson and Sathianathan Charke, eds, *Religious Conversion in India: Modes, Motivation and Meanings* (New Dehli, Oxford University Press, 2003) pp. 371-72.

۸- احمد سعید، اسلامیہ کالج کی صد سالہ تاریخ، ص ۲۔

۹- احمد سعید، اسلامیہ کالج کی صد سالہ تاریخ، ص ۳-۲۔

10- Tariq Rehman, *From Hindi to Urdu: A Social and Political History*

(Karachi: Oxford University Press, 2011) p. 98.

۱۱- احمد سعید، مسلمانانِ پنجاب کی سماجی اور فلاحی انجمیں: ایک تجزیاتی مطالعہ (لاہور: ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۲۰۰۴ء) ص ۲۸۔

۱۲- ماہوار رسالہ انجمن حمائیتِ اسلام لاہور (لاہور، انجمن حمائیت اسلام، نومبر، دسمبر ۱۹۰۴ء) ص ص ۳۲-۳۱۔

۱۳- ایضاً۔

۱۴۔ ایضاً، ۳۳-۳۲۔

۱۵- ماہوار رسالہ انجمن حمائیتِ اسلام لاہور(لاہور، انجمن حمائیت اسلام، جنوری ۱۹۰۶ء) ص ۷۔

۱۶- ایضاً، ص ۸۔

۱۷- ماہوار رسالہ انجمن حمائیت اسلام لاہور(لاہور انجمن حمائیت اسلام، مارچ ۱۹۰۶ء، لاہور) ص ۳۷۔

۱۸۔ انجمن حمائیتِ اسلام کے اکیسویں سالانہ جلسے کی روئیداد (لاہور: انجمن حمائیت اسلام، جون ۱۹۰۶ء) ص ۳۷۔

۱۹- ایضاً، ص ۳۹۔

۲۰- کلیاتِ اقبال (اسلام آباد: الحمرا پرنٹنگ پریس،۲۰۰۴) ص ۳۴۲۔

۲۱- محمد حنیف شاہد، اقبال اور انجمن حمائیت اسلام (لاہور، انجمن حمائیت اسلام،۲۰۰۹ء) ص ۲۳۔

22- Masood Akhtar Zahid, "Islamia Anjumans and Education Development", *Pakistan Journal of History and Culture*, Vol. XXXIV No. 2, July - Dec 2013 (Islamabad: NIHCR) p 13.

۲۳- انجمن حمائیت اسلام کے اکیسویں سالانہ جلسے کی روئیداد (لاہور انجمن حمائیت اسلام جون ۱۹۰۶ء) ص ۴۱۔

۲۴- ماہوار رسالہ انجمن حمائیت اسلام امرتسر جلد اول بابت ۱۳۰۵ھ-۱۳۰۶ھ، ص ۸، از احمد سعید، مسلمانانِ پنجاب کی سماجی اور فلاحی انجمنیں: ایک تجزیاتی مطالعہ (لاہور: ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، ۲۰۰۴) ص ۲۸۔

۲۵- ایضاً۔

26- Akram Ali Malik, "Muslim Anjumans and Community Consciousness", in Indu Banga (ed.), *Five Punjabi Contries: Polity, Economy, Society and Culture 1500 - 1990* (New Delhi: Monohar, 2000), p. 112.

۲۷- ایضاً، ص ۱۲۰۔